8

ہندوؤں کو دعوت الی اللہ

(فرمودہ ۱۶؍ مارچ ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

پہلے تو میں اس موجودہ شورش کے متعلق اس تار کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو وفد کی طرف سے آئی ہے کہ وہ خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔ اور اخبارات میں جو یہ تار شائع ہوا ہے کہ راجپوتوں نے جلسہ کرکے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مسلمان ہی رہیں گے اس کی تصدیق معلوم ہوتی ہے۔ اس خبر کے یہ معنے نہیں کہ فتنہ ارتداد رک گیا ہے بلکہ اس کام کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ وہ قوم جو اسلام چھوڑ رہی تھی۔ جب یہ شورش پیدا ہوئی تو اس کو خیال ہوا کہ یہ بات معمولی نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ جب وہاں شدھی ہو رہی تھی اور کچھ مسلمان ان کو سمجھانے کے لئے جانے لگے تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم مار ڈالیں گے۔ اس وقت اگر وہ لوگ نہ رکتے۔ ان کو جاکر سمجھاتے اور اگر ایک آدھ مارا بھی جاتا تو ان کو ضرور ادھر توجہ ہوتی کہ کچھ تو بات ہے جس کے لئے یہ جان دیتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو جاتا کہ ہمارا کفر کی طرف جانا معمولی بات نہیں۔ بہرحال وہ رک گئے ہیں۔ پہلے وہ ایک جوش کی حالت میں جا رہے تھے۔ لیکن اب اس حالت میں تھوڑا سا وقفہ پیدا ہو گیا ہے۔ اب جو شخص مذہب تبدیل کرے گا وہ پکا ہوگا۔ چنانچہ یہ بھی خبر ہے کہ چھ گاؤں اور تبدیل مذہب کے لئے تیار ہیں۔ اب جو مذہب بدلیں گے وہ پکے ہو کر بدلیں گے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ آئندہ مقابلہ سخت ہوگا۔ بہرحال وہ جو اندھا دھند تبدیل مذہب پر آمادہ تھے۔ اب اس میں ایک روک پیدا ہو گئی ہے۔ یہ ایک خوش خبری ہے۔

دوسری خبر جو ہمارے لئے خوش خبری اور دشمن کے لئے عذاب ہے۔ یہ ہے کہ ہمارے مبلغ افغانستان کا خط آیا ہے کہ خوست کا وہ گورنر جس نے بے قصور ہمارے بھائیوں کو پکڑا اور ہزاروں روپیہ وصول کرکے بھی ان کو نہ چھوڑا اور ہتھکڑیاں ڈال کر شہر میں تشہیر کی تھی۔ اس کو امیر کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کو تمام علاقہ میں تشہیر کیا جائے گا اور رعایا سے پوچھا جائے گا کہ اس

نے کس کس کو تکلیف دی ہے۔ یہ ہمارے لئے دوسری خوش خبری ہے۔ اس لئے کہ یہ ان بھائیوں کے متعلق ہے جن کو ہم یہاں سے کوئی مدد نہیں دے سکتے کیونکہ وہ یہاں کی حکومت سے باہر ہیں۔ ہم ان کو ان کے دکھوں اور تکالیف میں تسلی نہیں دے سکتے۔ پس اس گورنر کا ماخوذ ہونا ان کے لئے خوشی ہے اور ہمارے لئے یہ دوہری خوشی ہے۔

اب میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیشہ بڑھنے والی جماعت کو اپنے پیش نظر نصب العین رکھنا چاہیئے جب تک نصب العین سامنے نہ ہو۔ جوش پیدا نہیں ہوتا اگر کسی کام کا ایک ایک حصہ سامنے آئے تو اس کام کی پوری اہمیت سامنے نہیں آسکتی نہ اس کے لئے جوش اور اخلاص پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر کسی طاقتور انسان کو معلوم ہو کہ اس کا ایک دشمن ہے تو وہ اس کا مقابلہ آسانی سے کر سکتا ہے اور بغیر مشقت اور تکلیف کے اس کو مار سکتا ہے۔ اس وقت یہ خیال نہیں کرے گا کہ میں جلدی کروں لیکن جب ایک شخص کو معلوم ہو کہ میرا ایک نہیں چالیس دشمن ہیں تو وہ اپنی طاقت اور وقت دونوں کو سنبھالے گا اور اگر ایک ایک دشمن ان میں سے اس کے سامنے آئے تو اس سے مقابلہ کرتے ہوئے ۳۹ اور کا بھی خیال رکھے گا جو اس وقت تک پوشیدہ ہونگے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو کامیاب نہیں ہوگا۔

ہمارے دشمن کئی قسم کے ہیں۔ ایک غیر مسلم کہلاتے ہیں۔ ہمارے دشمن کے یہ معنے نہیں کہ ہمیں ان سے دشمنی ہے کیونکہ مسلمان کسی کا دشمن نہیں ہوتا۔ ہم تو ان کے خیر خواہ ہی ہیں۔ بلکہ یہ کہ وہ لوگ جہالت سے ہمارے دشمن ہیں۔ یہ لوگ ایک دو نہیں۔ سینکڑوں مذاہب کے لوگ ہیں۔ اگر چھوٹے چھوٹے مذاہب کو چھوڑ دیا جائے تو یہ موٹے موٹے مذاہب ہیں۔ جن کے پیرو ہمارے دشمن ہیں۔ عیسائی ہمارے دشمن۔ ہندو ہمارے دشمن۔ سکھ ہمارے دشمن۔ زرتشتی ہمارے دشمن۔ برہمو ہمارے دشمن۔ بدھ ہمارے دشمن۔ میٹرلسٹ یعنی دہریہ ہمارے دشمن۔ سپرچولسٹ یہ وہ لوگ ہیں جو مُردوں کی روحیں بلوا کر اپنے خیال میں صداقت معلوم کرتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے دشمن ہیں۔ غرض کوئی مذہب نہیں جس کے پیرو ہمارے دشمن نہ ہوں۔ مگر ہم سب کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ وہ سب خدا کو پالیں۔ لیکن وہ چاہتے ہیں کہ خود بھی خدا سے دور رہیں اور ہمیں بھی خدا سے دور کردیں۔

وہ چاہتے ہیں کہ ہم کو جہنم میں ڈال دیں۔ جہنم وہ نہیں۔ جو عقبیٰ میں ملے گا بلکہ اصل جہنم وہ ہے جو خدا سے دوری کا جہنم ہے۔ کیونکہ اصل جہنم خدا سے دور ہونا ہی ہے اور آخرت کا جہنم اس کا نتیجہ ہے۔ پس خدا کا بُعد اصل میں جہنم ہے۔ اور لوگ چاہتے ہیں کہ خود بھی اس میں پڑے رہیں اور ہمیں بھی ڈالیں۔

دیگر مذاہب اور ان کی شاخوں کی دشمنی کے علاوہ وہ لوگ بھی ہمارے دشمن ہیں جو مسلم کہلاتے ہیں۔ جب ہم ان کے سامنے حقیقی اسلام پیش کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ اس سے خوش ہوں۔ ہم سے لڑتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے کہ کسی گھر میں آگ لگی ہو۔ کوئی شخص اس کو بجھانے جائے مگر وہ بجائے اس کا شکر گذار ہونے کے اس کو ڈنڈے مارے۔ ان لوگوں نے وساوس کو اسلام سمجھ لیا ہے۔ اس لئے اسلام سے ہزاروں لوگ مرتد ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرکے اپنے جلال کے اظہار کے لئے ایک مامور کو بھیجا اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالا اور اس کو اپنا نائب مقرر کرکے اپنے غلاموں کے لئے صلح کا پیغام بھیجا۔ مگر کیا یہ اندھیر نہیں کہ آقا صلح کرنا چاہتا ہے مگر غلام اس کے مقابلہ میں تلوار اٹھاتے ہیں۔ خدا نے اپنے غلاموں کی خطاؤں سے درگذر کیا اور فرمایا کہ میں تم پر رحم کرتا ہوں۔ میں تمہیں مدد دوں گا مگر یہ غلام خدا کے فرستادہ سے لڑنے لگے۔ ان کی مثال بالکل اس کے مطابق ہے کہ ایک شخص کے گھر میں آگ لگ گئی ہو اور اس کی مدد کے لئے جو شخص آئے اس سے وہ لڑنے لگ جائے۔

پس یہ دو گروہ ہیں جو ہمارے مخالف ہیں یعنی ایک وہ لوگ جو آریہ عیسائی وغیرہ مذاہب میں شامل ہیں اور دوسرے وہ جو اپنے آپ کو اسلام کے پیرو بتاتے ہیں مگر ہمارا تیسرا دشمن ہمارا اپنا نفس ہے ہمیں اپنے نفسوں میں اصلاح کرنی ہے اور ان کے عیبوں اور نقصوں کو دور کرنا ہے اور پھر اسلام کے لئے وہ جوش پیدا کرنا ہے جو ہمیں خدمت کے لئے ہر دم تیار اور آمادہ رکھے۔ کئی لوگ ہیں جو احمدی کہلاتے ہیں مگر ابھی ان میں اصلاح کی ضرورت ہے۔

ہم نے ایک طرف تو عیسائیوں کو مسلمان بنانا ہے جن کے ایک لاکھ مبلغ اس وقت دنیا میں کام کر رہے ہیں جو بڑی بڑی تنخواہیں پاتے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی علوم کی ڈگریاں پائی ہوئی ہیں۔ یہ ایسے لوگوں کی جماعت ہے جو فلسفہ ادب اور ڈاکٹری کی سندات رکھتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے الگ ہیں۔ پھر ہمارا ان سے مقابلہ ہے جن کی پشت پر چالیس کروڑ آبادی ہے جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت کے لوگ ہیں اور ہمارا اس ساری جماعت کے متعلق ارادہ ہے کہ ہم نے ان کو انشاء اللہ مسلمان بنانا ہے۔

پھر ہندو ہیں۔ وہ علم میں، دولت میں، سیاست میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ گو حکومت ان کے پاس نہیں سوائے اس کے کہ چندر جواڑے ہیں۔ مگر ایک بات ان میں ایسی ہے جو عیسائیوں کے مقابلہ سے بھی مشکل ہے۔ اور وہ یہ کہ ان میں قومی برتری کا احساس ہے۔ وہ سمجھتے ہیں ہم سب سے بہتر ہیں۔ ان کے برتن کو اگر کسی غیر مذہب کے آدمی کا ہاتھ لگ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا برتن بھرشٹ (ناپاک) ہو گیا ایک ہندو جس کے جسم کو نجاست لگی ہوئی ہو اور وہ اس قدر غلیظ ہو کہ

پچاس گز دُور سے اس سے بُو آتی ہو وہ ایک مسلمان کو جو نہایت پاک و صاف ہو۔ پلید سمجھے گا اور پسند نہیں کرے گا کہ اس کے برتن کو وہ مسلمان ہاتھ لگا دے۔ یہ خیال جو ہندوؤں میں پیدا کیا گیا ہے۔ ایک دیوار ہے جس کا عبور کرنا آسان نہیں اور اس کی وجہ سے ہندوؤں میں تبلیغ ہونے میں روک ہے۔

علاوہ ازیں ان کے پاس کوئی مستند شہادت نہیں کہ انبیاء سے خدا کا کیا معاملہ ہوتا ہے عیسائیوں کے پاس یہ شہادت ہے اس لئے ہم ان کو بتا سکتے ہیں مگر ہندوؤں کے پاس اس قسم کی کوئی روایت نہیں۔ اور جو روایات ہیں ان میں پیغمبر کی بجائے اوتار کا مسئلہ ہے کہ خدا کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور پھر وہ جو چاہے کرے۔ ان کی روایات بھی عجیب قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً ان کے اوتاروں میں سے ایک نیل کنٹھ ہے جو ایک پرندہ ہے۔ ان کی روایتوں میں آتا ہے کہ نیل کنٹھ ایک ہاتھی کو نگل گیا اور سارے دریا کا پانی پی گیا۔ اور پھر نیل کنٹھ پرندہ ہی رہا۔ یہ تو ان کے پرندے اوتار کا حال ہے۔ اور جو آدمی اوتار ہوں ان کے متعلق تو جو کچھ کہیں کم ہے۔ ایسے لوگوں میں تبلیغ کا کام بہت مشکل ہے۔ وہ اس قسم کے جھوٹے اور بے سروپا معجزات بنا لیتے ہیں اور ان کو اس قدر ان پر وثوق ہوتا ہے کہ سچے معجزات ان کی نظر میں نہیں آتے اور ان کے لئے ان کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

اسی قسم کے ایک مسلمان جو میر محمد اسحاق صاحب کے رشتہ دار تھے۔ یہاں آئے۔ ان کو میر صاحب نے تبلیغ کی۔ حضرت صاحب کے بعض معجزات سنائے۔ مثلاً حضرت صاحب کے کپڑوں پر جو سرخی کے چھینٹے پڑنے کا معجزہ ہے۔ اس کا ذکر کیا۔ اس نے کہا یہ کیا' اولیاء اللہ کے اس سے بڑے معجزات ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مکہ میں جو تربوز بکتے ہیں۔ وہ کہاں سے آتے ہیں۔ مکہ میں تو تربوز پیدا نہیں ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ بدو باہر سے پتھر بھر کر لاتے ہیں اور مکہ میں آکر یہ پتھر تربوز ہو جاتے ہیں۔ یا مثلاً لیکھرام کی پیشگوئی کا معجزہ پیش کیا۔ تو اس نے ایک قصہ یوں سنا دیا کہ ہمارے بزرگ جب عرب سے آئے تھے تو اس طرح آئے کہ جب جدہ سے جہاز تیار ہوا تو وہ اس پر سوار نہ ہوئے اور کہدیا کہ میں ٹھہر کر آتا ہوں۔ جہاز روانہ ہو گیا اور وہ پیچھے رہ گئے مگر وہ اپنی کھڑاؤں پہن کر سمندر پر چلتے ہوئے جہاز سے پہلے بمبئی پہنچ گئے (یہ کہتے ہوئے اسے یہ بات بھول گئی کہ بمبئی تو انگریزوں کے وقت کا بسایا ہوا شہر ہے۔ اس وقت کہاں موجود تھا) پھر وہ ایٹہ میں پہنچ گئے۔ اور پھر کشمیر میں جامع مسجد کے امام نے کہا کہ بھائیو ٹھہر جاؤ۔ ایک جنازہ ہے۔ لوگ حیران رہ گئے کہ جنازہ کہاں ہے۔ بہرحال لوگ ٹھہر گئے۔ وہ وہاں آئے اور اسی وقت ان کی جان نکل گئی اور ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ غرض ایسے لوگوں میں بوجہ مجہول روایات کا پابند ہونے کے تبلیغ مشکل ہوتی ہے۔

یہی حال یہود کا ہے۔ وہ لوگ بھی اپنے آپ کو تمام دنیا سے افضل جانتے ہیں۔ قرآن کریم میں پڑھ کر دیکھ لو۔ وہ ہر جگہ اپنے نسب پر اور اپنے خاندان پر فخر کرتے اور حضرت اسحاق کو تمام برکات کا مورد مانتے اور ان کے سوا سب کو ان برکات سے بے نصیب ٹھہراتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں تعلیم اسلام پھیلانا کوئی معمولی بات نہیں۔

مگر ہمیں ان میں کام کرنا ہے اور ان میں اسلام کو پھیلانا ہے لیکن ہم باہر کے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ نہیں ہو سکتے جب تک ہم اپنے نفسوں کے حملوں سے محفوظ نہ ہو جائیں اور ہم ایک لمبے عرصہ تک اپنی مذہبی زندگی کا ثبوت نہ دیں۔ یہودی حضرت موسیٰ کی امت ہیں۔ ہندو حضرت کرشن کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کی امت ہیں۔ زرتشتی حضرت زرتشت کی امت ہیں۔ سکھ باوانانک رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھی ہیں۔ انہوں نے دنیا پر غلبہ پایا مگر ایک زمانہ کے بعد ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے خدا کو پھر نبی بھیجنا پڑا۔ اس لئے یہ خیال کہ احمدی کہلانے والوں میں کبھی نقص نہ پیدا ہوگا۔ درست نہیں۔ ہاں پہلی جماعتوں کے متعلق یہ ہوا ہے اور ہمارے متعلق بھی یہ ہونا چاہیئے کہ ہماری جماعت ایک بڑے زمانہ تک نقائص سے پاک رہے۔ ورنہ اگر ہماری جماعت کی حالت خدانخواستہ جلدی خراب ہو جائے اور اس کے افراد کے نفوس میں اصلاح نہ ہو تو پھر سخت افسوس ہی ہو گا۔ اگر جماعت آئندہ زمانہ میں لمبے عرصہ کے بعد خراب ہو تو ہو لیکن کم سے کم سینکڑوں سال تو روحانیت اس میں رہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ہمیشہ رہے۔ مگر کسی نے کہا ہے ؎

پھول تو اپنی بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ایسا تو نہ ہو کہ ایک تو وہ جماعتیں تھیں جنہوں نے سینکڑوں سال تک روحانیت کو زندہ رکھا۔ مگر ہم ایسے نہ ہوں جن کے متعلق لکھا جائے کہ انہوں نے نہ خود کامل زندگی پائی نہ کسی کو کامل زندگی دینے کے لائق ہوئے۔

پس گو کوئی جماعت نہیں جو ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو۔ ہاں اتنا تو ہونا چاہیئے کہ سینکڑوں سال تک محفوظ ہو جائے۔ مگر اس جماعت پر کتنا افسوس ہو گا جو لاکھوں کروڑوں سال تو الگ رہے سینکڑوں سال تک بھی محفوظ نہ رہے۔ پس ہماری جماعت کا کسی نیکی کے کام میں حصہ لینا اس وقت تک خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا جب تک اس میں کامل زندگی نہ ہو اور سستی دور نہ ہو جائے اور استقلال نظر نہ آئے۔ فرض کرو کہ شدھی کا کام رک جائے تو کیا ہم پھر سو جائیں گے نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مومن ہتھیار باندھ کر اس وقت تک نہیں کھولا کرتا جب تک فتح نہ ہو جائے۔ جنگ

اُحد کے موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا کہ مخالفین سے کس جگہ مقابلہ کیا جائے۔ اندر سے یا باہر چل کر۔ آپ کا منشاء تھا کہ اندر سے مقابلہ کیا جائے مگر وہ لوگ جو بدر کے موقع پر جہاد میں حصہ نہیں لے سکے تھے۔ چاہتے تھے۔ کہ اس موقع پر اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں آپ نے ان کی خاطر یہ بات منظور کرلی۔ ادھر صحابہ کو خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء مبارک باہر تشریف لے جاکر مقابلہ کا نہ تھا۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرہ پہن کر تشریف لائے تو انہوں نے عرض کی کہ آپ کا جس طرح منشاء ہو اسی طرح کیا جائے۔ بہتر ہے کہ اندر ہی سے مقابلہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ اب وہ وقت گذر گیا خدا کے نبی زرہ پہن کر پھر نہیں اُتارا کرتے۔ حالانکہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم ہو گیا تھا کہ آپ کا ایک رشتہ دار شہید ہوگا۔ خود آپ کو تکلیف ہوگی مگر آپ نے فرمایا کہ اب زرہ نہیں اتاری جاسکتی بلکہ اب باہر ہی چلنا ہوگا۔

پس چونکہ ہم نے بھی ایک کام کا ارادہ کیا ہے اب ہم بھی اس کام سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ نہ سستی سے کام لے سکتے ہیں۔ اب زمانہ آگیا ہے کہ پورے زور سے ہندوؤں میں تبلیغ کریں تاکہ حضرت اقدس مسیح موعود کے الہامات پورے ہوں جو ہندوؤں کے متعلق ہیں۔ جیسے غلام احمد کی جے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان جے کے نعرے نہیں لگایا کرتے۔ اس الہام کا صاف منشاء یہ ہے کہ ہندوؤں کی قوم اسلام میں داخل ہوگی اور وہ اسی طرح جس طرح فاتح کے داخلہ پر اس کی جے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ غلام احمد کی جے کا نعرہ لگائے گی کہ یہی انسان ہے جس نے ہمیں یہ دن دکھایا کہ ہم نے برکات اسلام سے حصہ لیا۔

بے شک ملکانوں میں شدھی کا کام رک جائے۔ مگر ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا کام نہیں رک سکتا۔ یہ تو حضرت مسیح موعود کے الہامات کے پورے ہونے کا وقت ہے اور ان کے پورا ہونے کی رہ کھلی ہے۔ پس ہماری جماعت کو اس کام کے کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ جس طرح ہم نے غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کیے ہیں۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ ہندوؤں میں تبلیغ کا مستقل کام کیا جائے۔ اور ان کو اسلام میں جذب کیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس راہ میں مشکلات ہیں اور یہ کام سخت ہے۔ مگر جب تک تکالیف اور مشکلات پر غلبہ حاصل نہ کیا جائے۔ اس وقت تک کوئی انعام نہیں مل سکتا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم خدا کے لئے کام کریں اور خدا میں ہوجائیں۔ تاہم ہمیشہ کی زندگی پائیں۔ ہمیں ان تمام مشکلات کو دور کرنا ہے۔ تمام دنیا ایک طرف ہے مگر خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر مومن کیسے ڈر سکتا ہے۔ تبلیغ کے کام میں ہم سے پہلے لوگوں نے تلواروں کے سایہ میں بھی سستی نہیں کی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ ہر طرف سے

دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ قسطنطنیہ میں عیسائیوں کی حکومت تھی اور یہ آدھی دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ اور ادھر ایران میں جو حکومت تھی اس کا بھی آدھی دنیا پر اثر تھا۔ اس وقت مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے لیکن مسلمان تلواروں کے مقابلہ میں نہیں ڈرتے تھے تو کیا آج ہم دشمن کی زبان اور اس کے روپیہ سے ڈر سکتے ہیں پس ہمیں اس کے لئے تیار ہونا چاہیئے اور ہر ایک قربانی جس کی ضرورت ہو اس کے لئے آمادہ ہونا چاہیئے۔

یاد رکھو قربانیاں کرنے سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ کوئی قربانی ان انعامات سے جو ملنے والے ہیں۔ بڑی نہیں۔ مگر اب تک بھی جو انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ وہ بھی اتنا بڑا ہے کہ محض اس کے لئے بھی ہم بڑی سے بڑی قربانیاں کریں تو تھوڑی ہیں۔ کیا یہ انعام کم ہے کہ ہمارے آقا اور رب نے ہمیں یاد فرمایا ہے اور ہمارا آقا اور پیارا ہم سے محبت کی بات کہتا ہے اور ہمیں یاد کرتا ہے۔ مومن کی نظر میں جنت کی کوئی قیمت نہیں وہ خدا کی نگاہ مہر کو ہی جنت سمجھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا رب العالمین نے ہمارے لئے اپنے ایک مامور کو بھیجا کہ اے میرے بندو تم میری طرف آؤ۔ کیوں بھٹکتے پھرتے ہو۔ اس کی یہ مہربانی ہی کم نہیں مگر اس کے آئندہ رحم و فضل کرنے کے وعدے انسان کو اپنی محبت میں غرق کر دیتے ہیں کہ ہم ایسے پیارے اور معشوق کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ ایک شاعر نے شعر کہا ہے۔ غالباً" اس نے بھی خدا ہی کے لئے کہا ہے اور بہت ہی قابل قدر شعر ہے ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کہ اللہ تعالیٰ نے جان دی ہے۔ اور اس نے اس کی راہ میں جان دے دی ہے لیکن یہ کوئی بڑا کام نہیں کیا کیونکہ یہ جان میری نہ تھی بلکہ اسی نے دی تھی۔ اس لئے میرا جان دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے پہلے احسانات کے مقابلہ میں ہماری قربانیاں جو اب تک کر چکے ہیں اور آئندہ جو کریں گے کچھ بھی نہیں کیونکہ اس کا یہی ایک انعام ایسا ہے کہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنا کلام نازل کیا کہ اے میرے بندو میری طرف آؤ یہ اس کی ایک ادا اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی قدر کرنی چاہیئے اور اس فرض کو سمجھنا چاہیئے اور خدا کے لئے میدان عمل میں کود پڑنا چاہیئے اور اس بات کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ کیا ہوگا اور اس کے ارادے کو اپنے ارادوں پر مقدم کرتے ہوئے جو قربانی بھی اس راہ میں طلب کی جائے وہ دینی چاہیئے۔ باقی چیزوں کا اللہ والی اور وارث ہو۔ آمین۔

(الفضل ۲۶ر مارچ ۱۹۲۳ء)